(۲۶)

جلسہ سالانہ اور عام مالی ضروریات

(فرمودہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۲۹ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

گو میرا ارادہ تو یہ تھا کہ میں ایک اور مضمون کے متعلق آج کے خطبہ میں بیان کروں گا لیکن پرسوں مجھے اچانک معلوم ہوا کہ اس سال ابھی تک جلسہ سالانہ کے متعلق کوئی تحریک نہیں ہوئی اور کارکنوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ چونکہ شروع سال میں ایک دفعہ جماعت کو تحریک کی جا چکی ہے اس لئے وہی کافی ہے۔ اگر کسی ہستی کی ایک دفعہ کی ہوئی تحریک کافی ہو سکتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کسی کو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہی ہو سکتی ہے لیکن تجربہ ہمیں بتاتا ہے، انبیاء کی بعثت ہمیں بتاتی ہے اور خود اللہ تعالیٰ کا بیان ہمیں بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تحریک بھی ایک ہی دفعہ کامیاب نہیں ہو جاتی۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تحریک کمزور ہوتی ہے یا معقول نہیں ہوتی یا لوگوں کے دل اس کی قبولیت کے لئے تیار نہیں ہوتے یا وہ انسانوں کی سمجھ یا ان کی لیاقتوں سے بالا ہوتی ہے یا اس میں لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کی طاقت کم ہوتی ہے کیونکہ اگر کوئی تحریک صحیح معنوں میں معقول ہو سکتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تحریک ہے۔ اگر کوئی تحریک دلوں کو اپنی طرف کھینچنے والی ہو سکتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تحریک ہے اور اگر کوئی ایسی تحریک ہو سکتی ہے جس پر عمل کرنا طبائع پر بوجھل نہ ہو اور اگر کوئی ایسی تحریک ہو سکتی ہے جو انسان کو اس کی ادنیٰ حالت سے اوپر اٹھا سکے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تحریک ہے لیکن باوجود اس کے خدا تعالیٰ کی تحریک بھی ایک ہی دفعہ کامیاب نہیں ہو جاتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان ایسے رنگ میں پیدا ہوا

ہے کہ ہزار ہا چیزیں اسے اپنی طرف کھینچنے کے لئے موجود ہیں۔ اسے پانچ حواس دیئے گئے ہیں جن سے دنیا ہر وقت اسے اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے اور اس پر کوئی وقت ایسا نہیں آتا جبکہ کوئی چیز اسے چُھو کر اپنی طرف متوجہ نہ کر رہی ہو۔ یا کوئی خوشبو یا بدبو اس کے دماغ میں سے گذر کر اسے اپنی طرف نہ کھینچ رہی ہو حتیٰ کہ جس وقت انسان محسوس کرتا ہے کہ وہ کچھ محسوس نہیں کر رہا اُس وقت بھی وہ محسوس کر رہا ہوتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جس وقت انسان کو یہ خیال ہو کہ وہ کچھ محسوس نہیں کر رہا اُس وقت وہ سب سے زیادہ محسوس کر رہا ہوتا ہے کیونکہ احساسات کی کثرت حِس کو کمزور کر دیتی ہے اور جب احساسات کی کثرت ہو تو دماغ میں ایک قسم کی پراگندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے قلتِ احساس کے وقت ہی انسان ٹھیک طور پر کسی بات کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ پس ہر وقت انسان کو مختلف چیزیں اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ کبھی اس کی آنکھوں کے ذریعہ سے، کبھی ناک کے ذریعہ اور کبھی کانوں کے ذریعہ سے، کبھی گرمی سردی محسوس کرنے والے اعصاب کے ذریعہ سے اور کبھی سختی نرمی محسوس کرنے والے اعصاب کے ذریعہ سے۔ غرضیکہ بہت سے ذرائع ہیں جو انسان کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور ان کی وجہ سے انسان کی نظر محتاج ہے کہ اسے حقیقی مدنظر پر کوئی اور توجہ دلائے۔ اس کے کان محتاج ہیں کہ وہی سُر اُسے سنائی جائے جس کا سننا اس کا اصل مقصود ہے، اس کی زبان محتاج ہے کہ وہی مزا اُسے چکھایا جائے جس کا چکھنا اس کے لئے مفید ہے اور اس کی ناک محتاج ہے کہ اسے وہی خوشبو سونگھائی جائے جس کا سونگھنا اس کے لئے موجبِ برکت ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ اور انبیاء کی تحریکوں میں تکرار بہت ہوتا ہے بلکہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس پر یہ اعتراض نہ کیا گیا ہو کہ اس کی باتوں میں تکرار بہت ہے اور اسلئے اس کے کلام میں بے لُطفی پیدا ہو جاتی ہے۔ اِس وقت چھ سات آسمانی صحائف دنیا میں موجود ہیں اور ایک مأمور ابھی ہم میں گذرا ہے اس کی کتابیں دیکھی جائیں تو ان سب میں تکرار پایا جاتا ہے۔ وید پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں وہی شلوک بار بار آتے ہیں۔ گو اس کے ماننے والے وید کو نظر انداز کر کے قرآن کریم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں تکرار بہت ہے حالانکہ قرآن کریم میں صرف مطالب کی تکرار ہے اور ویدوں میں لفظوں کی تکرار ہے۔ تو تمام الہامی کتابوں میں تکرار ہے اور تمام انبیاء پر تکرار کا الزام لگایا گیا۔ اِس زمانہ کے موعود پر بھی یہ اعتراض کیا گیا کہ اس کی تقریر پھیکی ہوتی ہے کیونکہ اس میں تکرار بہت ہوتا ہے۔ پھر انبیاء کے

قائم مقاموں پر بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مجھ پر بھی اعتراض ہوتا ہے لیکن مجھے بُرا معلوم نہیں ہوتا بلکہ خوشی ہوتی ہے کہ چلو ہم بھی لہو لگا کے شہیدوں میں شامل ہو گئے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کے کلام میں تکرار بہت ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے اس کا نہایت ہی لطیف جواب دیا۔ فرمایا اگر ایک دفعہ کہنے سے لوگ ہماری بات مان جائیں تو ہم پھر اس کا تکرار نہ کریں لیکن چونکہ وہ مانتے نہیں اس لئے ہمیں بھی وہ بات دُہرانی پڑتی ہے۔ درحقیقت تکرار انسان کو بیدار کرنے کے لئے جو ضروری سامان ہیں ان میں سے ایک سامان ہے اور تکرار کو ترک کرنا اور اسے غیر ضروری قرار دینا فطرتِ انسانی اور اُس وسیع تجربہ کو جو آدم سے لے کر اِس وقت تک کا ہے جُھٹلانا ہے۔ بلکہ خود فطرتِ انسانی کے پیدا کرنے والے کے علم سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

میرے نزدیک یہ سخت غلطی ہوئی ہے اور اسے غفلتِ مجرمانہ کہنا چاہئے کہ جلسہ سالانہ کے متعلق ابھی تحریک نہیں کی گئی۔ جلسہ سالانہ ایسے امور میں سے ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے سلسلہ کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ارشاد فرمائے ہیں اور آپ نے اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے القاء اور الہام کی بناء پر قائم کیا ہے۔ جیسا کہ کئی ایک الہامات سے ظاہر ہے مثلاً آپ کو الہاماً حَجَرِ اَسْوَد[1] کہا گیا ہے پھر بَیْتُ اللّٰہ[2] قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب کسی انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حَجَرِ اَسْوَد یا بَیْتُ اللّٰہ کہا جائے تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ پتھر ہو گیا' بلکہ یہ ہوتے ہیں کہ جو باتیں ان سے وابستہ ہیں وہی اس کے ساتھ ہونگی۔ جس طرح ہر سال چاروں طرف سے لوگ حَجَرِ اَسْوَد اور بَیْتُ اللّٰہ کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کے پاس اور اس کے مقرر کردہ مقام میں آئیں گے اور جو لوگ ہر سال جلسہ کے لئے یہاں آتے ہیں وہ ان الہامات کو پورا کرنے والے ہیں۔ اصل میں بَیْتُ اللّٰہ وہی ہے جسے خدا تعالیٰ نے ازل سے بیت اللہ قرار دیا ہے اور حَجَرِ اَسْوَد بھی وہی ہے جو بَیْتُ اللّٰہ میں ہے لیکن یہ صرف مشابہت کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے نام رکھے گئے۔ جیسے مسیح ناصری تو وہی ہے جو ناصرہ میں پیدا ہوا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام بھی مشابہت کی وجہ سے مسیح رکھا گیا۔ نادان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ حج کے قائل نہ تھے اور بَیْتُ اللّٰہ کی آپ توقیر نہیں کرتے تھے حالانکہ سوچنا

چاہئے کہ جو شخص اپنے آپ کو بَیْتُ اللّٰہ کہتا ہے۔ وہ بَیْتُ اللّٰہ کی بہت بڑی عزت اور تکریم دل میں رکھتا ہے نہ یہ کہ اس کے دل میں بَیْتُ اللّٰہ کی عظمت نہیں ہے۔ اسی طرح نادانوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کیا کہ آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں۔ لیکن اتنا نہیں سوچتے جو شخص اپنے آپ کو مسیح کہتا ہے وہ مسیح کو گالیاں کیسے دے سکتا ہے۔ پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف یہ فرماتے ہیں کہ میں دنیا پر نیکی اور تقدیس کا نمونہ ہوں اور دوسری طرف اپنے آپ کو حَجْرِ اَسْوَد، بَیْتُ اللّٰہ یا مسیح کہتے ہیں تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ان سے اپنے آپ کو تشبیہہ دے کر اپنی برکات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی کہے کہ میں رُستم ہوں تو اس کے یہی معنی ہوں گے کہ وہ رُستم کی بہادری کا قائل ہے۔ یا کوئی اپنے آپ کو حاتم طائی بتائے تو اس کا یہی مطلب ہوگا کہ وہ حاتم طائی کی سخاوت کا معترف ہے۔ تو نادانوں اور حقیقت نہ سمجھنے والوں نے اعتراض کیا حالانکہ سمجھ لینا چاہئے تھا کہ آپ کے دل میں ان چیزوں کی بہت عزت ہے وگرنہ اپنے آپ کو ان سے کبھی تشبیہہ نہ دیتے۔

غرض سالانہ جلسہ خدا تعالیٰ کا نشان ہے اور خدا کی طرف سے ہمارے سلسلہ کی ترقی کے سامانوں میں سے ایک سامان ہے۔ جس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ جو غیر احمدی دوست جلسہ پر آتے ہیں ان میں سے اکثر بیعت کر کے ہی واپس جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ سے کچھ ایسی برکات وابستہ ہیں کہ جو لوگ اسے دیکھتے ہیں وہ متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پس ایسی مفید تحریک کے متعلق ایسی غلطی اور غفلت نہایت ہی افسوس کا موجب ہے اس لئے میں نے اپنے ارادہ کو بدل کر چاہا کہ اس تحریک کا ثواب میں خود ہی حاصل کروں۔

جو لوگ یہاں رہتے ہیں وہ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ قحط سالی، طُغیانی اور دیگر آسمانی بلاؤں کے باعث جماعت کی مالی حالت کمزور ہے اور اِس وقت قریباً باون ہزار کے بِل واجب الاداء ہیں۔ تین تین ماہ کی تنخواہیں بعض کارکنوں کو ابھی تک نہیں ملیں۔ مجھے ان محکموں پر سخت افسوس ہے جنہوں نے جماعت کو اس حالت سے آگاہ نہیں کیا۔ انہیں چاہئے تھا اخباروں میں اس کے متعلق تحریک کرتے اور اگر وہ کوشش کرتے تو مجھے یقین ہے کہ جماعت میں ایسے مخلصین موجود ہیں جو ضرور آگے آتے اور اس حالت کو بدلنے کی کوشش کرتے۔ لیکن سُستی کارکنوں کی ہے جنہوں نے اس طرف جماعت کو متوجہ نہیں کیا۔ شاید وہ دشمنوں کے اس پروپیگنڈا

سے ڈر گئے کہ احمدی چندے دیتے دیتے تھک گئے ہیں حالانکہ مؤمن دشمنوں کی باتوں سے ڈرا نہیں کرتا۔ ''آں را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک''۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ بعض ایسے حالات کی وجہ سے جو ہمارے قبضۂ اقتدار سے باہر ہیں ہمیں مالی مشکلات کا سامنا ہوا ہے لیکن یہ مشکلات سب کے لئے ہیں حتّٰی کہ حکومت پر بھی اس کا اثر ہوا ہے اور اسے بھی لگانِ اراضی معاف کرنا پڑا ہے۔ پس ایسے نازک وقت میں ہمارے کاروبار کا چلتے جانا ہمارے ایمان کی علامت ہے نہ کہ تھکنے کی اور اگر تھک بھی گئے ہوں تو دشمن کے خوف سے ہمیں اس کے علاج کا طریقہ نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ پس ہمیں مخالفوں کے اعتراضات سے قطعاً نہیں ڈرنا چاہئے کیونکہ یہ خدا کا کام ہے اور اعتراضات خدا تعالیٰ کے کام کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کا بہت مداح ہوں لیکن ایک بہت بڑی غلطی آپ سے ہوئی۔ آپ جانتے ہیں علماء کسی کی بات نہیں مانا کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں اگر مان لی تو ہمارے لئے موجبِ ہتک ہوگی۔ لوگ کہیں گے یہ بات فلاں کو سُوجھی انہیں نہ سُوجھی اس لئے ان سے منوانے کا یہ طریقہ ہے کہ ان کے منہ سے ہی بات نکلوائی جائے۔ جب آپ کو وفاتِ مسیح کا مسئلہ معلوم ہوا تھا تو آپ کو چاہئے تھا چیدہ چیدہ علماء کی دعوت کرتے اور ایک میٹنگ کر کے یہ بات ان کے سامنے پیش کرتے کہ عیسائیوں کو حیاتِ مسیح کے عقیدہ سے بہت مدد ملتی ہے اور وہ اعتراض کر کے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارا نبی فوت ہو گیا اور ہمارے مذہب کا بانی آسمان پر ہے اس لئے وہ افضل بلکہ خود خدا ہے اس کا کیا جواب دیا جائے؟ اُس وقت علماء یہی کہتے آپ ہی فرمایئے اس کا کیا جواب ہے۔ آپ کہتے کہ رائے تو دراصل آپ لوگوں کی ہی صائب ہو سکتی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ فلاں آیت سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہو سکتی ہے۔ علماء فوراً کہہ دیتے کہ یہ بات ٹھیک ہے بِسْمِ اللّٰہ کر کے اعلان کیجئے ہم تائید کے لئے تیار ہیں۔ پھر اسی طرح یہ مسئلہ پیش ہو جاتا کہ حدیثوں میں مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر ہے مگر جب مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے تو اس کا کیا مطلب سمجھا جائے گا۔ اس پر کوئی عالم آپ کے متعلق کہہ دیتا آپ ہی مسیح ہیں اور تمام علماء نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دینی تھی۔

یہ تجویز سن کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا اگر میرا دعویٰ انسانی چال سے ہوتا تو میں بے شک ایسا ہی کرتا مگر یہ خدا کے حکم سے تھا۔ خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا۔ تو چالیں اور

فریب انسانی چالوں کے مقابل میں ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کی جماعتیں ان سے ہرگز نہیں ڈر سکتیں یہ ہمارا کام نہیں خود خدا تعالیٰ کا کام ہے۔

کارکنوں کا فرض ہے کہ حالات اور واقعاتِ پیش آمدہ سے جماعت کو آگاہ کیا کریں اور میرا تجربہ ہے تین چار بار تو میری خلافت کے زمانہ میں ہی ایسے مواقع پیش آئے کہ جب بھی حالات کو کھول کر جماعت کے سامنے رکھا گیا تو اس نے کبھی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ دراصل ہماری جماعت میں جو اخلاص اور دین سے محبت پائی جاتی ہے اس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ عبدالحکیم مرتد نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا کہ جماعت میں سوائے مولوی نورالدین صاحب کے اور کوئی آدمی اعلیٰ پایہ کا نظر نہیں آتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے لکھا مجھے تو اس جماعت میں لاکھوں صحابہ کے نمونے نظر آتے ہیں یہ تمہاری آنکھوں کی بینائی کا قصور ہے کہ تم نہیں دیکھ سکتے۔ دراصل یہ دعویٰ جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عبدالحکیم کے مقابلہ پر کیا۔ اس کا ثبوت ایسے ہی مواقع پر ملا کرتا ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ جب بھی معاملہ کھول کر جماعت کے سامنے رکھا گیا اور قربانی کا مطالبہ کیا گیا خواہ وہ قربانی مالی ہو یا جانی یا کسی اور طرز کی جماعت ہمیشہ آگے ہی بڑھی ہے اور کبھی پیچھے نہیں ہٹی۔ یہ میرا یا کسی اور شخص کی ذات کا اثر نہیں بلکہ خود خدا کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ ہے کہ میں الہام کے ذریعہ لوگوں کے دل تیری طرف متوجہ کروں گا[۳] اب جبکہ سلسلہ کی مالی حالت کمزور تھی تو زیادہ ضرورت تھی اس امر کی کہ جلسہ کی تحریک زیادہ زور سے کی جاتی اور میرا یقین ہے جماعت ضرور اس پر لَبَّیْک کہتی اور اگر نہ بھی کہتی تو چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے وہ خود سامان پیدا کر دیتا۔

کئی دفعہ بعض دوستوں نے مجھے کہا کہ فلاں محکمہ اُڑا دو۔ میں نے انہیں یہی جواب دیا کہ اگر ساری جماعت فیصلہ کر کے کہہ دے کہ اُڑا دو تو میں جماعت کے مشورہ کے احترام کے طور پر اُڑا دوں گا لیکن خود میرا دل نہیں چاہتا کہ جو قدم آگے اُٹھ چکا ہوا سے پیچھے ہٹایا جائے۔ اور جب کوئی قدم پیچھے ہٹایا جائے تو وہ پیچھے ہی ہٹتا جاتا ہے آگے بڑھانے کا بہت کم ہی موقع ملتا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں ایک دفعہ اسی طرح قحط کی وجہ سے مالی کمزوری تھی منتظمین نے فیصلہ کیا کہ جلسہ تین دن کی بجائے دو دن کیا جائے۔ حضرت خلیفہ اول کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے مجھے لکھا اگرچہ میرا اس انتظام سے تعلق نہ تھا لیکن آپ کا طریق تھا کہ جب دیکھتے جس شخص سے کوئی

معاملہ تعلق رکھتا ہے وہ براہِ راست ملامت کا متحمل نہیں ہوسکتا تو کسی اور کو مخاطب کر کے سنا دیتے۔

آپ نے مجھے لکھا لَاتَخْشَ عَنْ ذِی الْعَرْشِ اَقْلَالًا یعنی عرش کے مالک سے یہ امید نہ رکھو کہ وہ رزق میں کمی کر دے گا۔ میں نے اس پر ایک نوٹ لکھ کر انجمن میں بھجوا دیا کہ ہمیں اپنا پورا زور لگا دینا چاہئے خدا تعالیٰ خود برکت ڈالے گا اور میں نے خود چند ایک دوستوں کو ساتھ لے کر یہاں قادیان سے چندہ کیا باہر بھی تحریک کی گئی اور تمام اخراجات پورے ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ خود سامان پیدا کر دیتا ہے ہمیں ڈرنا نہیں چاہئے اور قربانی کے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے کیونکہ ایمان کی آزمائش کا یہی معیار ہمارے پاس ہے۔ ہمارے ہاتھ میں تلوار تو ہے نہیں یہی معیار ہے جس سے اخلاص کا پتہ لگ سکتا ہے اور اگر جماعت میں بعض کمزور بھی ہوں تو بھی ایسے مواقع ان کی بھی ترقی کا موجب ہو جاتے ہیں۔ پس میں قادیان کی جماعت کو جو اِس وقت میری پہلی مخاطب ہے اور باہر کی جماعتوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلسہ کے انتظام کی طرف پوری توجہ کریں۔

پچھلے سال قادیان کی جماعت کا چندہ جلسہ سالانہ نسبتاً کم تھا اور کارکنوں کا دوسرے لوگوں سے بہت کم تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ میں اُن ایام میں بیمار تھا اور کوئی تحریک نہ کر سکا تھا۔ بعض دشمن اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کارکنوں سے زبردستی چندہ لیا جاتا ہے۔ گذشتہ سال کارکنوں کا چندہ میں کم حصہ لینا اس اعتراض کا جواب ہے مگر پھر بھی انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ یہ کوئی خوبی نہیں کہ دشمن کا منہ توڑنے کے لئے انسان خدا کے سامنے روسیاہ ہو جائے اس کا جواب تو ہو گیا لیکن کارکنوں کے لئے یہ تعریف کا موجب نہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس سال اس غفلت کا بھی ازالہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان میں سے بعض کو تین تین ماہ سے تنخواہیں نہیں ملیں لیکن دفتر والوں نے بتایا ہے کہ انہوں نے ایسا انتظام کیا ہے کہ یہ چندہ سارے سال پر پھیلا دیا جائے۔ اگرچہ یوں بھی بوجھ ہو گا پہلے ہی یہاں کے کارکنوں کی تنخواہیں قلیل ہیں اور اس قدر قلیل ہیں کہ اگر کوئی کارکن چلا جائے تو اس کا قائم مقام نہیں ملتا۔ پھر یہاں آدمی بھی قابل ترین رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے کیونکہ یہاں کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً یہاں کے ہائی سکول، مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر صاحبان پر جو ذمہ داری ہے وہ باہر کے ہیڈ ماسٹروں پر نہیں ہوسکتی ان حالات میں بہت لائق آدمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر بعض ایسے آدمی جب دیکھتے ہیں کہ تنخواہ اس قدر قلیل ہے کہ وہ گذارہ نہیں کر سکتے تو کئی چلے جاتے ہیں اور کئی چلے جانے کی

تجویزیں کرتے ہیں۔غرض یہاں کارکن دوسری جگہوں سے زیادہ قابل رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہاں کے ہیڈ ماسٹر کا مقابلہ بٹالہ یا ہوشیار پور یا کسی اور جگہ کے ہیڈ ماسٹر سے کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہاں صرف اسی جگہ کے طالب علم ہوتے ہیں اور یہاں سارے ہندوستان سے آتے ہیں بلکہ ہندوستان سے باہر کے بھی آتے ہیں۔اور ہم یہاں کے ہیڈ ماسٹروں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ دیں۔ یہ تو ہوسکتا ہے کسی آدمی کے متعلق ہمارے اندازہ میں غلطی ہو جائے اور وہ اس کام کا اپنے آپ کو اہل نہ ثابت کر سکے لیکن ہمیں امید یہی ہوتی ہے کہ آدمی ہمارے معیار کے مطابق ہو اور پھر اسے تنخواہ بھی اسی معیار کے مطابق ملنی چاہئے اور انہی ذمہ داریوں کے لحاظ سے اس کی تنخواہ ہونی چاہئے جو اس پر عائد کی جاتی ہیں۔ دیکھو اگر کوئی شخص تین لاکھ سپاہیوں کا کمانڈر بنایا جائے تو چاہے اس کے تقرر میں غلطی ہو لیکن اس کی تنخواہ ضرور اسی معیار کے مطابق مقرر کی جائے گی۔بعض دفعہ کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں کارکن تو اس قابل نہیں کہ اسے اس قدر تنخواہ دی جائے۔لیکن سوال یہ ہے کہ اسے ہم نے جس کام کا اہل سمجھ کر مقرر کیا اس کے لحاظ سے کیا تنخواہ ہونی چاہئے؟ جو ذمہ داریاں اس پر رکھی جاتی ہیں ان کا لحاظ ہونا چاہئے۔مگر یہاں بہت سے لوگ اپنی لیاقت اور اُمنگوں کے لحاظ سے خصوصاً وہ نوجوان جنہوں نے زندگیاں وقف کر رکھی ہیں بہت قلیل گذارے لے رہے ہیں۔اس پر تین تین ماہ تک تنخواہ کا نہ ملنا اور بھی موجبِ تکلیف ہے اسلئے نہ صرف جلسہ سالانہ کے اخراجات پورے کرنے کی کوشش کی جائے بلکہ جماعت کو چاہئے کوشش کر کے اس بوجھ کو بھی جو اِس وقت پڑا ہوا ہے دُور کر دے۔اور کارکنوں کو چاہئے کہ اس کے لئے خاص کوشش کریں اور اگر وہ کوشش کریں تو یہ کوئی مشکل بات نہیں کیونکہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھ رہی ہے۔اگرچہ ملک کے ایک حصہ میں قحط ہے مگر ایسے بھی حِصص ہیں جہاں اس کا اثر نہیں اس لئے اگر کوشش کی جائے تو وہاں سے کمی پوری ہوسکتی ہے۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ترقی کے راستوں پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور ہمارے ایمانوں میں اس قدر قوت و طاقت دے کہ ہم اپنی ذات میں ہی انذار اور تبشیر کے حامل ہوسکیں اور نیکی کے کام کرنے کی خود بخود ہم میں تحریک ہوسکے۔آمین۔ (الفضل ۲۲۔نومبر ۱۹۲۹ء)

۱،۲ تذکرہ صفحہ ۳۶۔ایڈیشن چہارم

۳ تذکرہ صفحہ ۵۰۔ایڈیشن چہارم